جماعت کو جو مال دیا جاتا ہے اس پر دینے والے کا کوئی حق نہیں رہتا۔ پاک نیت سے چندے دیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱/اکتوبر ۱۹۹۱ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

آج میں دو تین متفرق امور سے متعلق جماعت سے کچھ باتیں کرنی چاہتا ہوں سب سے پہلے تو گزشتہ خطبے کے مضمون کو دوبارہ از سر نو چھیڑنا ہے۔ وہ فتنہ جو مالمو میں پیدا ہوا جس کی بروقت سرزنش کی گئی اس سلسلہ میں ایک دو وضاحتوں کی ضرورت ہے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ وہ لوگ جنہوں نے چندہ دیا اور پھر مانگا ان پر حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی فرمودہ یہ مثال صادق آتی ہے کہ تحفہ پیش کرنے والا اگر اس کی واپسی کا خیال کرے تو ایسا ہی ہے جیسے قے کر کے اسے دوبارہ چاٹے (مسلم حوالہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔) اور یہ ایسی مکروہ چیز ہے جو انسانی تعلقات میں بھی قابل قبول نہیں، کجا یہ کہ خدا کے تعلق میں انسان یہ وہم بھی کر سکے کہ خدا کے حضور کچھ پیش کر کے اسے واپس مانگا جائے۔ چنانچہ اس حدیث کی روشنی میں میں نے اس معاملہ کی کراہت کو ظاہر کرتے ہوئے بیان کیا تھا کہ اس رقم کا واپس کرنا ہی بہتر ہے لیکن اس ضمن میں بعض اور سوال اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور بعض فتنوں کے دروازے بھی کھل سکتے ہیں اس لئے ان کی پیش بندی کے لئے میں اس معاملہ کو دوبارہ چھیڑ رہا ہوں۔

مضمون اپنی ذات میں درست ہے۔ ایسے شخص کے متعلق کراہت کا اظہار اس سے بہتر

الفاظ میں نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ کوئی چندہ دینے والا بعد میں اس عذر کو سامنے رکھ کر یا کسی اور عذر کی بناء پر چندے کی واپسی کا مطالبہ کرے ایسی صورت میں جماعت پر نہ واپسی فرض ہے، نہ اس کا کسی قسم کا حق ہے نہ وہ کوئی قانونی چارہ جوئی کر سکتا ہے۔ کئی مرتدین نے یہ قسمت آزما دیکھی ہے لیکن عدالتوں نے ان کے اس موقف کو رد کر دیا ہے اس لئے جہاں تک اس کا تعلق ہے جسے چیز دی جائے اس کا اس چیز کو واپس کرنا ضروری نہیں کیونکہ واقعۃً اس تک قے نہیں پہنچتی، چاٹنے والے کے لئے قے ہے اور اس معاملہ میں غالباً میں نے جو تشریح کی تھی اس کو ضرورت سے زیادہ ممتد کر دیا تھا زیادہ کھینچ دیا تھا جو درست نہیں تھا۔ چندہ خواہ گندی نیت سے دیا جائے یا ریا کاری سے دیا جائے یا کسی اور مکروہ بات کے ساتھ دیا جائے جب ایک دفعہ سلسلہ کو مل جاتا ہے تو خدا کے نزدیک اس کا مکروہ فعل اس کی طرف لوٹایا جاتا ہے لیکن روپے کا لوٹنا ضروری نہیں ہے اس لئے خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔ جو چندہ سلسلے کو ایک دفعہ پیش کیا جائے پیش کرنے والا چاہے کیسی ہی مکروہ نیت سے پیش کرے اسے مانگنے کا حق نہیں ہے۔ اگر وہ مانگتا ہے تو اس کے اوپر قے والی مثال صادق آتی ہے۔ باقی اس کے باوجود میں نے اس کی واپسی کا فیصلہ کیوں کیا؟ تو دراصل اس کے پیچھے سزا کا مضمون ہے۔ حق کے طور پر واپس نہیں کیا جا رہا بلکہ سزا کے طور پر کیونکہ ایک احمدی مخلص کے لئے اس سے بڑی سزا کم ہو گی کہ اس کا چندہ اسے لوٹا دیا جائے اور آئندہ کے لئے اسے چندہ دینے سے محروم کر دیا جائے۔

کل ایک ملاقات کے دوران جس میں یوگوسلاویہ کے کچھ دوست تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک سیاسی راہنما جو جماعت میں بھی دلچسپی رکھتے تھے، ان کو مالی نظام کی بحث میں جب میں نے یہ بتایا کہ ہم چندہ دینے والے کو جو زیادہ سے زیادہ سخت سزا دے سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اسے چندہ واپس کر دیں یا اسے کہیں کہ آئندہ تم سے چندہ نہیں لیا جائے گا۔ اس کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے تو حیرت کے ساتھ ان کے منہ پھٹے کے پھٹے رہ گئے۔ انہوں نے کہا یہ سزا ہے؟ دنیا میں تو کسی کو Tax واپس کریں تو وہ تو چھلانگیں لگائے، گھروں میں ناچ گانے ہوں کہ شکر ہے ہمارے پیسے واپس ہو گئے یہ عجیب جماعت ہے جس کی سزا یہ ہے کہ پیسے واپس کر دیئے جائیں۔

تو دراصل پچھلے خطبہ میں ہی کھول کر مجھے یہ سمجھا دینا چاہئے تھا کہ جماعت واپسی کی ذمہ دار

نہیں ہے۔ اگر تقی بھی ہے تو معنوی لحاظ سے اس کے لئے تقی ہے جو مانگتا ہے مگر جو روپیہ ایک دفعہ سلسلے کو دے دیا جائے اس کو واپس لینے کا کوئی حق نہیں ورنہ مالی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ چندہ واپس کر دینا یا آئندہ نہ لینا اس کی سند الگ احادیث میں موجود ہے اور ایسے اقدامات ہمیشہ سزا کے طور پر کئے گئے ہیں نظام جماعت میں بھی تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ ناراضگی اور سزا کے اظہار کے طور پر ایسا کیا گیا ہے اور اس کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی بات ہے کہ اس طرح سزا کے نتیجہ میں ایک شخص ساری زندگی عذاب میں مبتلا رہا لیکن پھر کبھی اس سے روپیہ وصول نہیں کیا گیا۔ تو یہ مضمون دراصل اس حکمت سے تعلق رکھتا ہے اسے دوسرے امور پر کھینچ کر اس کا غلط استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

دوسری بات وضاحت طلب یہ ہے کہ مجلس عاملہ نے ایک بات کی، اس کی سزا جماعت کو کیوں ملے؟ اس کی وجہ ایک تو یہ تھی کہ بعض دفعہ جب ایک قوم کے راہنما کوئی خطرناک غلطی کرتے ہیں تو قوم بھی اس کے ساتھ سزا پاتی ہے۔ اہل مدینہ میں سے ایک بد بخت نے آنحضرت ﷺ پر اعتراض کیا تھا اور اس کے نتیجہ میں جب آنحضور ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا تو اہل مدینہ ذبح کئے ہوئے جانوروں کی طرح تڑپ رہے تھے اور بار بار عرض کرتے تھے کہ یا رسول اللہ! ہمارا قصور نہیں۔ ہم نے تو نہیں کہا۔ اس بد بخت نے کہا ہے مگر آنحضور ﷺ اس ناراضگی کے اظہار میں رکے نہیں۔

پس بعض دفعہ کسی قوم کی بدنصیبی ہے کہ اس کے راہنما، اس کے چنیدہ لیڈر ایسی بدبختی کی بات کر دیں جس کا آزار سب کو پہنچے اور سب کو اس سے تکلیف ہو لیکن یہ ایک ایسی تکلیف ہے جس میں صرف وہ لوگ شریک نہیں ہیں جن کے خلاف فیصلہ کیا گیا ہے بلکہ خود میں بھی شریک ہوں کیونکہ میرے لئے ایسے احمدیوں کے متعلق جو کسی رنگ میں بھی اس معاملہ میں ملوث نہ ہوں یہ فیصلہ کرنا سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے کہ ان کا چندہ لوٹا یا جائے۔ چنانچہ گزشتہ ایک ہفتہ بہت تکلیف کی حالت میں بار بار دعا بھی کی، استغفار بھی کیا اور وہاں سے آئے ہوئے احتجاجات کا بھی مطالعہ کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ باقی جماعت میں سے جن کے متعلق یہ علم ہو کہ ان کو اس بات کا کوئی علم نہیں تھا ان کے اوپر اس فیصلہ کا اطلاق نہیں ہوگا۔ ان کے لحاظ سے یہ فیصلہ منسوخ ہے لیکن یہ ہے تعجب انگیز بات کہ ساری عاملہ ایک بات پر متفق ہو اور بار بار اس قسم کے خیالات کا اظہار کرتی ہو اور اس وقت کا صدر رپورٹوں

میں یہ لکھتا ہو کہ ساری جماعت کے یہی خیالات ہیں اور اس کے باوجود خطوط یہ ملیں کہ ہمارے خواب وخیال میں بھی کبھی یہ بات نہیں آئی نہ کبھی ہم نے سنی تو عجیب سی عاملہ تھی جو انتہائی خفیہ سازش کے طور پر بند کمروں میں باتیں کرتی تھی اور جماعت کو اس کی کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ تعجب انگیز ہے لیکن ہمارا یہ حق نہیں ہے کہ اس کے باوجود کوئی شخص حلفاً یا کھلے کھلے اقرار کے ساتھ یہ بات کہے کہ میرے علم میں یہ بات نہیں تھی اس لئے میں نے احتجاج نہیں کیا تو ہم اس پر بھی یہ سزا عائد رکھیں اس لئے میں یہ اعلان کر دیتا ہوں کہ وہ سب احباب جماعت مالمو جن کے علم میں یہ بات نہیں آئی یا وہ مجلس عاملہ کی میٹنگ میں شامل نہیں تھے اور بالعموم ان کا رجحان اس قسم کا نہیں ہے ان کو بھی سزا سے مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔

ایک اور بات یہ کہ اگر دنیا پر یہ تاثر پڑا ہے کہ مالمو کی ساری جماعت نعوذ باللہ گندی ہے تو یہ درست نہیں ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا بہت سے مخلصین ہیں۔ بہت سے ایسے نوجوان ہیں جن کے اخلاص میں کوئی شک نہیں۔ جب ان کے علم میں یہ بات آئی تو انتہائی کراہت کے ساتھ انہوں نے دیکھا اور اپنے رشتوں کی بھی پرواہ نہیں کی اور بلا دھڑک ان امور کے خلاف جذبات کی بڑی شدت کے ساتھ احتجاج کیا ہے۔ تو بعض لوگوں کی غلطی سے بعض دفعہ سزا تو ایک رنگ میں سب کو ہی ملتی ہے لیکن ہر ایک کا مجرم ہونا ضروری نہیں ہے اور قرآن کریم نے اس مضمون کو ایک اور جگہ کھولا ہے کہ اس دن کے عذاب سے ڈرو جب معصوم بھی ساتھ پیسے جائیں گے۔ تو بعض تکلیفیں ہیں وہ ہر ایک کو پہنچتی ہیں۔ یہ ایک قانون قدرت ہے بعض اس قسم کی تکلیفیں ہیں جن میں معصوم بھی ساتھ پیسے جاتے ہیں لیکن غلطیاں بعض کی ہوتی ہیں لیکن سزا کے لحاظ سے وہ عقوبت کے مستحق اور سزاوار نہیں ہوتے۔ یہ سزا ایک طبعی قانون کے طور پر چلتی ہے مگر یہ کہ نعوذ باللہ خدا ان سے ناراض ہو یہ بات درست نہیں اس لئے کثرت سے ایسے لوگ وہاں ہوں گے جن سے خدا ناراض نہیں جن کے تقویٰ کے متعلق کوئی شک نہیں، جو اخلاص کے ساتھ سلسلہ سے تعلق رکھنے والے ہیں ان سب کو بحیثیت جماعت مالمو کے رد کر دینا یا ان کو مطعون کرنا یہ درست نہیں ہے۔

علاوہ ازیں سویڈن میں بھی بحیثیت جماعت بڑی بڑی قربانی کرنے والے لوگ ہیں۔ ماشاء اللہ۔ گوٹن برگ سے جماعت مالمو نے ایک قسم کی رقابت کا مضمون شروع کر رکھا تھا وہاں

ایسے دوست بھی ہیں جنہوں نے اکیلے پورے قرآن کریم کی اشاعت کا خرچ دیا اور بڑی خاموشی کے ساتھ ایک یورپین مشن کے لئے ایک ہی فرد واحد نے بہت بڑی رقم پیش کی ہے یعنی ایک لاکھ پاؤنڈ کے قریب اور اشارةً بھی یا کنایۃً بھی اس بات کو انہوں نے کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ نہ مجھے کہا ہے اس کو ضبط تحریر میں لایا جائے اور میرا نام ظاہر کیا جائے تو بحثیت جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کی ہر جماعت بڑے عظیم الشان مخلصین سے بنی ہوئی ہے اور ایسی جماعت نہیں ہے جسے جماعت کے طور پر **نعوذ باللہ من ذٰلک** رد کیا جائے۔ پس مالمو کی جماعت کو بھی اگر تکلیف پہنچی ہے تو لازماً پہنچنی تھی کیونکہ مجلس عاملہ ایک بہت بڑی نمائندہ حیثیت رکھتی ہے۔ وہاں سالہا سال سے ایسی بے ہودہ باتیں ہو رہی ہوں تو لازماً ساری جماعت کے لئے سخت شرم کی بات ہے اور ایسا معاملہ ہے کہ انہیں استغفار کرنا چاہئے مگر بیرونی دنیا کی جماعتوں کو میں سمجھا رہا ہوں کہ وہ **نعوذ باللہ من ذالک** اسے جماعت مالمو کے لئے طعن و تشنیع کا موجب نہ بنائیں۔ اگر ان کے رشتے دار وہاں ہیں تعلق والے ہیں تو ان کو یہ حق نہیں ہے کہ اس ناراضگی کے اظہار کے نتیجہ میں وہ ان کو کسی قسم کے طعنے دیں یا کسی رنگ میں گھٹیا سمجھیں۔

اس وضاحت کے بعد ایک اور ہدایت ساری دنیا کی جماعتوں کو یہ دینی چاہتا ہوں کہ جہاں تک میں نے جھگڑوں اور فتنوں کی تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے ایک سبب ہر جگہ موجود دکھائی دیا ہے کہ **جب بھی کوئی بد اخلاق آدمی مجلس عاملہ میں آجائے تو اس سے ضرور فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ ایسا شخص جس کی زبان میں تیزی ہے جو طبعاً بدخلق آدمی ہے اور پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی بات سے کسی کا دل کٹتا ہے۔ اپنے ساتھی کے ساتھ ادب اور احترام سے گفتگو کرنے کی بجائے کڑوی بات پتھر کی طرح مارتا ہے۔** بعض لوگ اس کا نام سچائی قرار دیتے ہیں کہ دیکھو جی! ہم تو سچی بات کریں گے۔ ہم تو رکھیں گے نہیں۔ یہ سچی بات نہیں ہے یہ بدتمیزی ہے۔ سچ بولنے میں اور سچ بولنے میں فرق ہوا کرتا ہے۔ ایک با اخلاق انسان سچ بات کہتا ہے مگر حتی المقدور کوشش کے ساتھ کہ کسی کو دکھ نہ پہنچے اور جو سچ کے نام پر بدتمیزیاں کرتے ہیں وہ سچے ہوتے بھی نہیں ہیں۔ یہ بھی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب ان کا جائزہ لیا جاتا ہے تو سچ کے نام پر بڑے بڑے جھوٹ بول جایا کرتے ہیں۔ بدخلق انسان سے بچیں اور چونکہ مجالس عاملہ کا انتخاب جماعت کرتی ہے اس لئے جماعت کو اپنے انتخاب

کے وقت اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے ۔ جو شخص اپنی روزمرہ کی گفتگو میں باادب نہیں ہے اور زبان کا کرخت ہے اور چھوٹی چھوٹی بات پر بھڑک اٹھتا ہے ایسے شخص کو اگر آپ مجلس عاملہ میں منتخب کر کے لائیں گے تو اس مجلس عاملہ کا تقدس باقی نہیں رہے گا اور اس کے نتیجے میں صدر یا امیر یا دوسرے عہدیداروں کے لئے بھی شرمندگی کے مواقع پیدا ہو سکتے ہیں اور ساری جماعت کو بھی وہ فتنوں میں ملوث کرسکتا ہے ۔ امرائے جماعت کو میری یہ نصیحت ہے کہ وہ جائزہ لیں اگر ان کی عاملہ میں یا ان کے ماتحت جماعتوں کی عاملہ میں کوئی بدخلق لوگ داخل ہو گئے ہیں تو مجھے لکھیں تا کہ پیشتر اس سے کہ کوئی فتنہ پیدا ہو، وہ خود ابتلاء میں پڑیں یا دوسروں کو ابتلاء میں ڈالیں ان کو ان عہدوں سے سبکدوش کر دیا جائے ۔ **اگر مجالس عاملہ با اخلاق ، باادب باتمیز افراد جماعت پر مشتمل ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایسی مجالس کو فتنوں کا ڈر نہیں ہوا کرتا۔**

اب میں ایک اور مضمون کو مختصراً بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں نے کچھ عرصہ پہلے صد سالہ جوبلی کے تشکر کے طور پر ایک تحریک کی تھی جس کا ابتداءً نام ’’صد سالہ جوبلی فنڈ برائے افریقہ وانڈیا‘‘ رکھا گیا تھا۔ یہ تحریک جولائی ۱۹۸۹ء میں ہوئی تھی ۔ اس پر بعض ممالک کی طرف سے مجھے توجہ دلائی گئی کہ آپ صرف افریقہ وانڈیا کیوں رکھتے ہیں؟ ضرورتمند اور پسماندہ لوگ جہاں بھی دنیا میں ہیں ان کے لئے اس تحریک کو عام کر دینا چاہئے اس لئے اس کا نام تبدیل کر دیا جائے ۔ وہ غالباً میرے مقصد کو پوری طرح سمجھ نہیں سکے تھے ۔ یہ غرباء اور ضرورتمندوں کی امداد کے لئے نہیں تھی بلکہ ایسے علاقوں میں خصوصی توجہ کرنے کی خاطر تھی جہاں خدا کے فضل سے احمدیت کے نفوذ کے بہت روشن امکانات پیدا ہو رہے تھے اور ظاہر ہو رہا تھا کہ تھوڑی سی توجہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے توقع سے بہت بڑھ کر نتائج ظاہر ہو رہے ہیں ۔ اس پہلو سے یہ تحریک اگر ہندوستان اور افریقہ کے لئے کی گئی تھی تو حکمت اس کے پیش نظر یہی تھی جو میں نے بیان کی ہے لیکن بعض لوگوں کے اصرار کے نتیجہ میں اس کا نام پھر تبدیل کر دیا گیا ۔ اب مجھے یاد نہیں کہ نیا نام کیا تجویز ہوا تھا لیکن اب اس تحریک کے اندر انشاء اللہ اسی حکمت کے پیش نظر U.S.S.R کے علاقے بھی شامل ہو جائیں گے کیونکہ وہاں بھی بہت تھوڑی توجہ کے نتیجہ میں بہت زیادہ پھل لگ رہے ہیں اور اس کثرت کے ساتھ U.S.S.R کے باشندے جماعت کے پیغام سے متاثر ہوتے اور لبیک کہتے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں

وقت ہے کہ بڑے زور کے ساتھ اور بڑی تیزی کے ساتھ U.S.S.R کے باشندوں کو بھی احمدیت کا پیغام کثرت سے دیا جائے تو اس لحاظ سے نام کی تبدیلی ایک رنگ میں تو بہتر ہے کہ جو ایسے اور علاقے بھی پیدا ہوتے رہیں گے وہ بھی شامل ہوتے جائیں گے۔

چندے کی جو میں نے تحریک کی تھی وہ اس وقت کے سٹرلنگ کی قیمت کے لحاظ سے ۵ کروڑ پاکستانی روپے یعنی تقریباً ایک ملین پاؤنڈ کی تحریک کی تھی لیکن جہاں تک جماعت کے لبیک کہنے کا تعلق ہے خدا تعالیٰ کے فضل سے ڈیڑھ ملین کے وعدے موصول ہوئے اور ان وعدوں کے علاوہ بعض ایسی رقمیں بھی موصول ہوئیں جو وعدوں میں شامل نہیں ہیں۔ مثلاً بعض احباب جو براہ راست مجھے رقم پیش کر دیتے ہیں یہ کہہ کر کہ اپنی مرضی سے اسے جہاں چاہیں خرچ کریں ان کی پیش کردہ اکثر رقمیں میں نے اس فنڈ میں ڈال دیں اور وصولی کی جو رپورٹ ہے اس کے لحاظ سے غالباً ۳۲ ہزار پاؤنڈ ہیں جو اس عرصہ میں بغیر کسی وعدہ کے زائد پیش کئے گئے اور ان میں سے بعض پر میں نے بات کھول دی اور بعض پر شاید نہ بھی کھولی کہ آپ کا اپنا جو وعدہ ہے وہ الگ ہے چونکہ آپ نے مجھ پر چھوڑ دیا ہے کہ جہاں چاہوں خرچ کروں اس لئے میں سمجھتا ہوں اس مد میں زیادہ ضرورت ہے اس لئے اس کو میں اس میں داخل کر رہا ہوں لیکن یہ آپ کے پہلے وعدہ کے علاوہ ہوگا۔ بہر حال اگر اس کو وعدوں میں شامل کر لیا جائے تو وعدوں کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہو جائے گی۔

بہت سی جماعتیں ہیں جو وعدے بھیجتی ہی نہیں ہیں اور صرف چندے بھجوانے شروع کر دیتی ہیں اس لئے وعدوں سے پوری صحیح تصویر سامنے نہیں آسکتی۔ قانون ہے ایک قسم کا کہ ہمیشہ جماعت وعدوں سے زیادہ رقم پیش کیا کرتی ہے اور وعدے پوری طرح منضبط نہیں ہوا کرتے۔ اس تمہید کے بعد اب میں وصولی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

اس تحریک کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے کوتاہی ہوئی اور بار بار جماعتوں کو یاددہانی نہیں کروائی گئی اور وصولی متوقع رفتار سے بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ اس وقت تک ۳ لاکھ ۴۲ ہزار ۷۵۶ پاؤنڈ کی وصولی ہوئی ہے اور جہاں تک اخراجات کا تعلق ہے اس مد سے ۵ لاکھ سے زائد کے اخراجات ہو چکے ہیں بلکہ اگر افریقہ میں جو خصوصی پریس لگوائے گئے ہیں ان کو شامل کر لیا جائے تو تقریباً ۷ لاکھ کے قریب اس میں سے خرچ ہو چکا ہے لیکن وصولی ابھی تک صرف ۳ لاکھ پاؤنڈ ہے۔ اس کی بڑی وجہ

یاددہانی کے نظام کی کمزوری ہے کیونکہ جن جن جماعتوں میں بھی مستعدی کے ساتھ یاددہانی کرائی جائے وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہمیشہ جماعت اپنے وعدے پورے کرتی ہے بلکہ بسا اوقات وعدوں سے زیادہ ادا کرتی ہے تو تمام دنیا کی جماعتوں کو میں اس خطبہ کے ذریعہ مطلع کرتا ہوں کہ اس سلسلہ میں متعلقہ سیکرٹری کو بیدار کریں۔ اس کے ساتھ ایک ٹیم تیار کریں جو ساری جماعتوں کا جائزہ لے کر سلیقہ کے ساتھ ان کو یاددہانی بھی کروائے اور یہ بھی دیکھے کہ جتنے وعدے کئے گئے تھے عملاً اتنے ہی موصول ہوئے ہیں یا زائد ہو چکے ہیں اوران زائد وعدوں کی اطلاع بھی مرکز کو کرے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ بعض دفعہ جماعتیں بالمقطع وعدہ کر دیتی ہیں اور ہم وعدہ میں وہی شمار کرتے ہیں مثلاً انگلستان نے ۵۰ ہزار پاؤنڈ کا وعدہ کیا ہے تو یہی ۵۰ ہزار وعدوں میں شمار کیا جائے گا لیکن واقعۃً انگلستان کی جماعت بعض دفعہ اس سے زیادہ چندے اپنی جماعت کو لکھوا چکی ہوتی ہے۔ یا بغیر وعدوں کے زیادہ رقمیں دے دیتی ہے تو اگر اس کا علم مرکز کو نہ ہو تو بہت سی حسابی غلطیاں ہو سکتی ہیں اور بہت سی کوششوں میں کوتاہی ہو سکتی ہے۔ مثلاً انگلستان میں عملاً ۶۰ ہزار پاؤنڈ کا وعدہ ہو تو جب رقم ۵۰ ہزار تک پہنچے گی تو مرکز سمجھے گا کہ وعدہ وصول ہو چکا ہے۔ اب مزید یاددہانیوں کی ضرورت نہیں ہے اور مرکز بھی ڈھیلا پڑ جائے گا اور چونکہ ملک کو یاددہانی نہیں ہوگی وہ بھی اسی لحاظ سے ڈھیلے پڑ جائیں گے۔ اس لئے اصل واقعاتی اعداد و شمار کا ہم تک پہنچنا ضروری ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ ایک مہم کے ذریعے تو اعداد و شمار درست کئے جائیں گے اور پھر توجہ دلائی جائے گی۔

توجہ دلانے میں ہمیشہ نرمی رکھنی چاہئے بعض لوگ کئی قسم کے مالی بوجھ تلے دبے ہوتے ہیں اگر ان کو توجہ دلانے میں ضرورت سے زیادہ احساس دلایا جائے تو بعض دفعہ ان کو بڑی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اس لئے توجہ دلانے میں نرمی رکھیں اور دعا کریں مگر توجہ ضرور دلائیں اور نرمی کے پہلو اس طرح کہ آپ کی طرف سے وعدہ تھا ابھی تک ۲/۳ ملنا چاہئے تھا مگر ۱/۱۰ ابھی نہیں ملا مثلاً تو ہم آپ کو توجہ دلاتے ہیں اگر آپ سہولت کے ساتھ جلدی یہ رقم ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اس رنگ میں اگر تحریک کی جائے تو کسی پر بوجھ نہیں پڑتا لیکن میرا یہ تجربہ ہے کہ اگر نرمی اور پیار سے تحریک کی جائے اور دعا کی جائے تو شدت کی جو رسمی تحریکیں ہیں ان سے بہت زیادہ بابرکت ہوتی ہے۔ بعض لوگ لکھنے میں تیز ہوتے ہیں۔ وہ بعض دفعہ اس طرح کی تحریریں لکھ دیتے ہیں کہ گویا ملزم کر رہے ہیں آپ کو پتا نہیں کہ

کتنا وقت گزر گیا ہے آپ نے وعدہ کیا تھا خدا کے سامنے جواب دہ ہیں۔ یوں کریں اور ووں کریں ایسے ایسے سیکرٹریان مال بھی میں نے دیکھے ہیں لیکن ان کے لکھے میں برکت نہیں ہوتی لیکن ایک شخص جو انسانی قدروں کا ادب کرتے ہوئے، انسانی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مخلص کے جذبات کو ٹھوکر لگائے بغیر نرمی اور پیار سے یاددہانی کراتا ہے اور ساتھ دعا بھی کرتا ہے تو اس کے لکھے میں بہت برکت پڑتی ہے اس لئے اس عمومی ہدایت کے تابع اس یاددہانی کے نظام کو تیز کریں اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد اس کے نیک نتائج ظاہر ہوں گے۔

اب میں آخر پر ملک وار جماعتوں کا نقشہ پیش کرتا ہوں لیکن سب جماعتوں کے کوائف پڑھنے کا تو وقت نہیں ہوگا بعض کے پڑھنے ضروری ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض ممالک ایسے ہیں جنہیں یہ پسند نہیں کہ وہ پیچھے رہ جائیں اور بعض تحریکات پر جب زیادہ زور نہ دیا جائے تو بعض دفعہ وہ پیچھے رہ جاتے ہیں اور ان کو علم نہیں ہوتا اس لئے جب وہ فہرست میں اپنا نام سنیں گے کہ کس نمبر پر آیا ہے تو از خود ان میں ایک عام تحریک پیدا ہوگی ایک اچھے کام کے لئے رقابت پیدا ہوگی اور اس کے نتیجہ میں امید ہے کہ ان کے وعدوں میں مزید برکت پڑے گی۔ مثلاً اگر کینیڈا، امریکہ سے دگنے وعدے کر چکا ہو جبکہ مالی استطاعت کے لحاظ سے امریکہ کو خدا نے زیادہ استطاعت دی ہو اور امریکہ کے احمدیوں کو علم ہی نہ ہو کہ کس جگہ کھڑے ہیں تو ایسی فہرستیں جب ترتیب سے پڑھی جاتی ہیں تو اس سے بہت سے مخلصین کے دل میں خود ہی خیال پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنی جماعت کے لئے غیرت دکھاتے ہیں اور اس لحاظ سے بھی بڑھ بڑھ کر چندے دیتے ہیں۔

اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستان دنیا کے سب ممالک میں اول ہے اور سٹرلنگ کے لحاظ سے ۶ لاکھ ۴۹ ہزار ۸۵۲ پاؤنڈ کے وعدے ہیں۔ کینیڈا کے وعدے ۲ لاکھ ۶۸ ہزار ۸۱۷ سٹرلنگ پاؤنڈ کے ہیں۔ امریکہ کے ایک لاکھ ۳۴ ہزار ۴۰۹ جرمنی کے ۵۱ ہزار ۹۶۴ اور یوکے کے ۵۰ ہزار۔ ماریشیس ۴۰ ہزار۔

میرے ذریعہ جو رقوم وکالت مال کو مل چکی ہیں وہ ۳۲۵۲۹ پاؤنڈ کی ہیں۔ ناروے کا وعدہ ہے ۲۲۷۵۰ پاؤنڈ، جاپان ۲۱۱۶۸ پاؤنڈ، سوئٹزرلینڈ ۲۱۱۳۴ پاؤنڈ، انڈونیشیا ۱۶۹۱۱ پاؤنڈ، سویڈن ۱۵،۰۰۵ پاؤنڈ، ہندوستان ۱۰۷۵۳، ڈنمارک ۸۸۲۴، فرانس ۶۴۳۳، آسٹریلیا ۵۹۰۵، ہالینڈ ۵۵۶۴، سنگاپور ۲۰۴۷۔ سویڈن

۱۵۰۰۵ ا، سپین ۷۷۱ا، بیلجیئم ۱۰۶اپاؤنڈ اور باقی متفرق ممالک ہیں۔ان میں غانا خاص طور پر اس لئے قابل ذکر ہے کہ غانا کے اقتصادی حالات بہت ہی زیادہ خراب ہیں۔اس کے باوجود افریقہ میں غانا سب سے آگے نکل گیا ہے اور ۱۲۳۲۹ پاؤنڈ کا غانا کا وعدہ ہے اس کے برعکس نائیجریا جس کو اللہ تعالیٰ نے غانا کے مقابل پر بہت زیادہ دولت عطا فرمائی ہے اور انفرادی طور پر بھی خدا کے فضل سے بہت اچھے کھاتے پیتے احمدی موجود ہیں ان کا وعدہ صرف ایک ہزار ۳۷ پاؤنڈ کا ہے۔تو اس میں یہ اندازہ تو نہیں لگایا سکتا۔یہ جائز نہیں ہوگا کہ یہ کہا جائے کہ نائیجریا کے احمدی اخلاص میں بہت پیچھے ہیں کیونکہ میرا ذاتی علم ہے کہ خدا کے فضل سے یہ بہت ہی مخلص جماعت ہے اگر چہ سخاوت کے لحاظ سے غانین مزاج باقی افریقہ کے مقابل پر بہت اونچا ہے۔غانین لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی توفیق سے بڑھ کر خرچ کرنے کا خدا تعالیٰ نے ایک ایسا ملکہ ودیعت فرمایا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا فطری رجحان عطا فرمایا ہے کہ جس کی وجہ سے غانین اس پہلو سے باقی افریقنوں کے مقابل پر جو خود بھی بڑے اچھے ہیں نمایاں طور پر بڑھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

اس کو پیش نظر رکھ کر بھی میں سمجھتا ہوں کہ ضرور اس میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔غانا کا اخلاص اپنی جگہ مگر نائیجریا اتنا پیچھے رہ نہیں سکتا۔ناممکن ہے۔نظام جماعت کی کوئی کمزوری ہے۔وہاں جس شخص کے بھی سپرد یہ کام ہے، امیر کو چاہئے کہ خود بھی متوجہ ہوں اور ان کو بھی متوجہ کریں اور از سرنو نائیجریا میں اس چندے کی تحریک ہونی چاہئے اور بھی اسی قسم کے بعض غیر متوازن وعدے ہیں جو ملکی حالات اور اقتصادی حالات کے پیش نظر تعجب انگیز ہیں۔میں ان کی تفصیل میں نہیں جاتا لیکن بہت سے ایسے غریب ممالک ہیں جنہوں نے خدا کے فضل سے اپنی توفیق سے بہت بڑھ کر وعدے کئے ہیں۔توفیق تو خدا بڑھا ہی دیا کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ ظاہری حالات میں جس اقتصادی بحران سے ممالک گزر رہے ہیں اس کے باوجود خدا کے فضل سے مالی قربانی میں پیچھے نہیں ہیں اور بعض ممالک تو بہت چھوٹے چھوٹے ہونے کے باوجود اپنے چندوں میں بہت آگے ہیں۔ان سب کے نام یہ فہرستیں بھجوادی جائیں گی تا کہ وہ خود موازنہ بھی کرسکیں۔صرف ان کے کوائف نہیں دیئے جائیں گے بلکہ ساری دنیا کے کوائف کا جو خلاصہ ہے وہ ساری دنیا کی جماعتوں کو بھجوادیا جائے گا تو امید ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ اس کے پیش نظر وعدے بھی بڑھیں گے اور چندوں کی ادائیگی میں بھی بہتری ہوگی۔

ادائیگی کے لحاظ سے اب دیکھتے ہیں کہ کونسا ملک آگے ہے اور اس میں ایک حیرت انگیز چیز یہ دکھائی دیتی ہے (حیرت انگیز تو نہیں کہنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے پاکستان کو جو فضیلت عطا کر دی ہے اسے وہ قائم رکھے ہوئے ہے) کہ پاکستان کی ادائیگی باقی ممالک کے مقابل پر بہت بہتر ہے۔ ۸۵۳۱۸ پاؤنڈ کے لگ بھگ پاکستان کی ادائیگی ہو چکی ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس خطبہ کے بعد انشاء اللہ اس میں نمایاں اضافہ ہوگا۔

جو حیرت کی بات تھی وہ یہ تھی کہ کینیڈا کا وعدہ امریکہ سے بہت زیادہ اور ادائیگی بہت پیچھے یعنی امریکہ کا وعدہ تو ہے ۳۴۱۰۰ کا لیکن ادائیگی ۵۵ ہزار ہو چکی ہے نسبت کے لحاظ سے ابھی کم ہے لیکن اچھی معقول ادائیگی ہے اور کینیڈا کا ۲ لاکھ ۶۸ ہزار ۸۱۷ کا وعدہ تھا لیکن ادائیگی صرف ۹ ہزار ۶۳۸ ہے۔ کینیڈا کے لئے ایک عذر موجود ہے جو بکثرت استعمال ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اپنا مشن بنا رہے ہیں اس لئے ان کے چندوں کی طرف توجہ ہے۔ مشن کی طرف توجہ بجا لیکن جنہوں نے مشن کا چندہ لکھوایا اور اس کے علاوہ دوسرے چندے لکھوائے انہوں نے اپنا حال دیکھ کر ہی چندہ لکھوایا ہوگا اس لئے یہ عذر جو بار بار پیش کیا جاتا ہے اس میں حقیقت کوئی نہیں ہے سستی پر پردہ ڈالنے کا ایک بہانہ ہے۔ جو سیکرٹری جس کام کا ذمہ دار ہے اسے اپنے کام کی طرف توجہ کرنی چاہئے اگر وہ صحیح طریق پر مسلسل محنت سے یاد دہانیاں کرائے اور اپنے شعبے کا حق ادا کرے تو کبھی بھی ملک پیچھے نہیں رہ سکتے اس لئے کینیڈا میں لازماً کہیں کوئی سستی ہے۔ کوئی غفلت ہے اس کی طرف توجہ کریں۔ امریکہ میں خدا کے فضل سے مالی لحاظ سے اب بہت بہتر مستحکم رنگ میں کام چل پڑا ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے مزید اور فوائد ظاہر ہوں گے۔

جرمنی بھی وعدوں کے لحاظ سے تو ٹھیک ہے لیکن اب تک وقت گزرنے کے لحاظ سے جتنی وصولی ہونی چاہئے تھی ابھی نہیں ہو سکی۔ ۵۱ ہزار کا وعدہ تھا اور ۱۹ ہزار ۶۹۲ وصولی ہے۔ یو کے وصولی کے لحاظ سے میرا خیال ہے کہ سب سے آگے بڑھ گیا ہے کیونکہ یو کے۔ کا ۵۰ ہزار کا وعدہ تھا اس میں سے ۳۹ ہزار پاؤنڈ ہو چکے ہیں۔ یعنی دو تہائی سے زائد ادا کر چکے ہیں جب کہ ابھی پورا دو تہائی وقت نہیں گزرا جس کا مطلب ہے کہ پاکستان سمیت دنیا کے ہر دوسرے ملک سے اس وقت خدا کے فضل سے یو۔ کے کی جماعت آگے ہے اور جو ۳۲ ہزار میرے ذریعے ملا ہے اس میں بھی یو کے کے بہت

سے دوست شامل ہیں چونکہ وہ اپنا نام ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے اس لئے ان کو عمومی کھاتے میں ڈالا گیا ہے، یو۔ کے کی جماعت میں نہیں ڈالا گیا مگر یو کے کا اس کے ساتھ تعلق ضرور ہے۔

جاپان بھی اللہ کے فضل سے وعدوں کے لحاظ سے تقریباً ٹھیک ہے لیکن ابھی تناسب کے لحاظ سے پیچھے ہے۔ باقی ممالک میں تو کوئی قابل ذکر ایسی نسبت نہیں ہے جس کے متعلق یہاں کچھ بیان کیا جائے۔ بالعموم شکل یہ بنتی ہے کہ تین میں سے دو سال گزرے ہیں اور تین میں سے ایک وعدہ وصول ہوا ہے یعنی ایک تہائی وصول ہوا ہے جبکہ دو تہائی وصول ہونا چاہئے تھا۔ مجھے اب یاد نہیں رہا ہوسکتا ہے میں نے مدت بڑھا کر ۵ سال تک کر دی ہو کیونکہ مجھے یاد ہے کہ کراچی کے امیر صاحب نے یہ کہا تھا کہ اگر میں ۵ سال کی مدت کر دوں تو امید ہے انشاء اللہ چندے زیادہ بھی ملیں گے اور جماعتوں کو سہولتیں بھی ملیں گی تو اگر ۵ سال کی مدت کر دی گئی تھی تو اس میں ایک اشکال یہ پیدا ہو جائے گا کہ جن جماعتوں نے تین سال کی نسبت سے وعدے کئے تھے ان کی ادائیگی ہم تین سال کے حساب سے شمار کریں گے یعنی ہونی چاہئے تھی۔ اگر پانچ سال ہے تو پانچ سال کی نسبت سے وعدہ بھی تو بڑھنا چاہئے تھا اس لئے چونکہ پہلا وعدہ تین سال کی پیش نظر رکھ کر کیا گیا تھا۔ اس لئے جب ان کی یاددہانی کرائی جائے گی تو تین والی نسبت کو پیش نظر رکھ کر یاد کرایا جائے گا کہ آپ نے تین سال کے پیش نظر وعدہ کیا تھا۔ دو سال گزر چکے ہیں دو تہائی آپ کی وصولی ہو جانی چاہئے تھی۔ مگر بہر حال جنہوں نے ۵ سال کی نیت سے وعدہ لکھوایا ہے ان کے لحاظ سے ہوسکتا ہے ان کی رفتار قابل تسلی ہو۔

اب یہ کوائف آپ کے سامنے رکھ چکا ہوں ۔عمومی نصیحتیں کر چکا ہوں ۔خدا کے حضور جماعت کی معرفت جو روپیہ پیش کیا جاتا ہے اس پر ہمیشہ نگران رہیں یہ روپیہ ظاہری طور پر تو خدا کو نہیں پہنچتا کیونکہ خدا ہی ہے جو تمام کائنات کا مالک ہے اسے اس روپے کی ظاہری احتیاج نہیں ہے۔ ہاں اس کے بتائے ہوئے نیک کاموں پر خرچ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس روپے کو قرض قرار دیا ہے اور یہ اس کا احسان ہے میں کئی دفعہ سوچتا ہوں کہ اسے قرض کیوں قرار دیا گیا؟ اس لئے کہ واقعۃً آپ خدا کو تو روپیہ دے ہی نہیں سکتے اسی کا ادا کیا ہوا مال اسی کی سب کچھ عطا ہے اس کو ہم واپس کیسے کر سکتے ہیں اس لئے قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو دو عنوانات کے تحت بیان فرمایا ہے ایک تحفہ۔ تحفہ کے متعلق تو یہ مسلمہ بات ہے کہ تحفہ میں یہ بحث نہیں اٹھا کرتی کہ کس نے کس کو دیا تھا اور

اس نے کتنا اس کو دیا کیونکہ ماں باپ جو اپنے بچوں کو سب کچھ دیتے ہیں ان ہی کی آمد پر ان کے سب گزارے ہیں سب اخراجات چل رہے ہوتے ہیں، بچے بعض دفعہ اپنی آمد میں سے ان کو تحفہ دے دیتے ہیں اور ماں باپ بڑے پیار سے قبول کرتے ہیں تو تحفے کا مضمون تو کسی منطقی بحث کا محتاج نہیں ہے۔ یہ تو بالکل الگ مضمون ہے اور اکثر چندے جو ہیں وہ پیش کرتے وقت تحفے کے مضمون کو پیش نظر رکھنا چاہئے اور یہ سب سے بالا مضمون ہے لیکن تحفہ کے مضمون پر جب میں نے قرآن کریم کی رو سے غور کیا تو کہیں مجھے یہ دکھائی نہیں دیا کہ خدا کہتا ہے کہ مجھے تحفہ پیش کرو۔ ہاں نماز میں التحیات میں یہ ذکر ملتا ہے کہ التحیات للہ: تحفے اللہ ہی کے لئے ہیں۔ سب پاکیزہ تحفے اچھے تحفے اللہ کے لئے ہیں لیکن قرآن کریم میں کہیں یہ نہیں ملتا کہ تحفے پیش کرو بلکہ ’’قرض پیش کرو‘‘ کا مضمون ملتا ہے حالانکہ تحفے کا مضمون قرآن کریم میں کئی آیات سے مستنبط ہوتا ہے تو اس پر یہ دلچسپ چیز مجھ پر روشن ہوئی کہ **تحفے مانگ کر نہیں لئے جاتے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ہماری تربیت میں اس بات پر بہت زور دیا کرتے تھے کہ اگر تم نے کسی کو کوئی چیز لکھ کر یا کہہ کر منگوائی ہو اور وہ بعد میں یہ کہہ دے کہ جی! میں نے پیسے نہیں لینے یہ تحفہ ہے تو ہرگز قبول نہیں کرنی یا وہ چیز واپس کر دو یا رقم ادا کرو اور میں نے اس نسخہ کو اخلاق کی حفاظت کے لئے بہت ہی مفید پایا ہے۔** ایک بہت عظیم الشان نسخہ ہے اب جب میں نے قرآن کریم کے اس مضمون پر غور کیا تو مجھے حضرت مصلح موعودؓ کی یہ نصیحت بھی یاد آ گئی اور یہ بات مجھ پر اور کھل گئی کہ تحفے مانگ کر نہیں لئے جاتے۔ تحفہ دینے والے کے دل میں اپنی محبت کے نتیجہ میں تحریک پیدا ہوتی ہے وہ از خود پیش کرتا ہے لیکن قرآن کریم نے چونکہ مذہبی جماعتوں کو قربانی کے گر سکھانے تھے۔ اور اقتصادی ترقی کے راز سمجھانے تھے، یہ دونوں باتیں اکٹھی ہیں اس لئے قرآن کریم نے جب مانگا ہے تو قرض مانگا ہے اور قرضہ حسنہ مانگا ہے۔ قرضہ حسنہ وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ کوئی شرط نہیں ہوتی۔ سودی یا کسی قسم کی بڑھا کر دو لیکن جو قرضہ حسنہ وصول کرتا ہے اس کا اپنا حسن طبیعت ہے کہ واپسی پر جتنا چاہے بڑھا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں چندوں کے موضوع پر جو گفتگو فرمائی ہے وہ عظیم الشان ہے۔ بہت ہی حیرت انگیز مضمون ہے۔ اس میں خدا تعالیٰ زکوٰۃ کے متعلق بھی یہی بیان فرماتا ہے کہ جو تم دو گے وہ تمہارے روپے کو کم نہیں کرے گی بلکہ بڑھائے گی۔ فرمایا سود تمہارے پیسوں کو کم کرتا ہے، زکوٰۃ تمہارے پیسوں کو کم نہیں کرتی اور خدا ضامن ہے کہ

خدا کی خاطر زکوۃ ادا کرتا ہے اللہ اسے بڑھا دے گا اور زکوۃ کے نام میں یہ مضمون شامل ہے۔ زکوۃ کا مطلب ہے نشوونما پانے والی چیز، بڑھنے والی چیز، برکت پانے والی چیز تو فرمایا کہ جو روپیہ تم خدا کی خاطر زکوۃ ادا کرتے ہو وہ کم نہیں ہوتا بلکہ تمہیں علم نہیں کہ کس طرح خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈالتا ہے اور اس کو بڑھا دیتا ہے اور قرض کے متعلق ہر جگہ یہ وعدہ فرمایا کہ تم مجھے قرضہ دو اور میں بڑھا دیتا ہے ۔ میں بڑھا کر واپس کروں گا۔ اس لئے کسی رنگ میں بھی خدا تعالیٰ کے اوپر احسان کا تو خیر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر چندہ ادائیگی کرتے وقت قرض کے مضمون کے اندر جو ہدایتیں ہمیں ملی ہیں ان کو ہمیں ضرور پیش نظر رکھنا چاہئے۔

پہلی بات یہ کہ خدا جب قرض مانگتا ہے تو ایک انسان کو اپنے نفس میں ڈوب کر ضرور سوچنا چاہئے کہ کس چیز سے قرض مانگتا ہے۔ وہ سب کچھ جو اس نے مجھے دیا ہے اور اس پر جو مجھ سے قرض مانگتا ہے تو میں قرض کے طور پر نہ دوں بلکہ محبت اور عشق کے اظہار کے طور پر دوں یہ منع نہیں ہے۔ اس لئے قرض کے سودوں کو اگر آپ محبت اور عشق کے اظہار کے سودوں میں تبدیل کر دیں تو اس سے بہتر کوئی اور طریق چندہ ادا کرنے کا نہیں۔ اس نیت کے ساتھ ادا کریں کہ اے خدا! سب کچھ تو نے دیا ہے تیرے حضور، تیرے رزق میں سے، تیری عطا کردہ صلاحیتوں میں سے کچھ پیش کرنے کی سعادت پاتا ہوں وہ قبول فرمائے تو یہ عزت ہے قرض نہیں ہے تحفہ ہے لیکن اس کے باوجود اگر ایک شخص اس اعلیٰ محبت کے مقام پر فائز نہیں اور جب دیتا ہے تو تکلیف اور قربانی کے ساتھ خدا کے اذن کے احترام میں دیتا ہے تو وہ قرض ہوگا لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ یہ قرض اسے واپس ملے گا اور بہت زیادہ واپس ملے گا۔ اس وعدے کے نتیجہ میں جو نیتوں پر بعض اثرات پڑ سکتے ہیں ان کے متعلق میں چند الفاظ میں متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔

بعض لوگ جن کو خدا تعالیٰ ان کی مالی قربانیوں کے نتیجہ میں بار بار عطا کرتا ہے اس بات کے عادی ہو جاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ادھر دیا ادھر ہمیں واپس ضرور مل جائے تو گا اس کے نتیجہ میں ان کے چندوں کے جیسے اعلیٰ اثرات پیدا ہونے چاہئیں ان کی ذات پر وہ اعلیٰ اثرات مترتب نہیں ہوتے، وہ ظاہر نہیں ہوتے۔ بعض دوست مجھے اپنے تجربے لکھتے ہیں۔ بڑے ایمان افروز ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن اگر اسے کوئی انسان مستقل عادت بنالے اور یہ سمجھے کہ ادھر میں نے خدا کے حضور پیش کیا ادھر واپس

آجائے گا تو یہ بھی ناپسندیدہ بات ہے قرض کے دو پہلو ہیں۔ایک دینے والے کا ایک لینے والے کا۔

وہ قرض جو سود سے پاک ہے اسے قرضہ حسنہ کہا جاتا ہے قرضہ حسنہ میں یہ ایک عجیب دلچسپ بات ہے کہ دینے والا ہرگز زیادہ لینے کی نیت سے نہیں دیتا۔ لینے والا ہمیشہ زیادہ دینے کی نیت سے لیتا ہے اس لئے اپنی نیتوں کو زیادہ کے خیال سے پاک رکھ کر اگر دینے کی کوشش کریں تو یہ چندے کی بہت بہتر قسم ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی زیادہ رضا حاصل ہوگی۔ جہاں تک زیادہ ملنے کا تعلق ہے وہ تو خدا نے دینا ہی دینا ہے اور اس کے دینے کے ہزاروں رستے ہیں کہ انسان کو سمجھ نہیں آتی اور ضرور ایسے لوگوں کے اموال میں برکت پڑتی ہے اور ان کی اولادوں کے اموال میں برکت پڑتی ہے ان کی خوشیوں میں برکت پڑتی ہے، ابتلاؤں سے بچائے جاتے ہیں، مصیبتوں کے وقت ان کے سہارے کے لئے خدا تعالیٰ کی نصرت اترا کرتی ہے۔ یہ ساری برکتیں ہیں جو چندوں کے نظام کے ساتھ وابستہ ہیں لیکن چونکہ بہت باریک مضامین ہیں اس لئے جہاں تک مجھے توفیق ہے میں باریکی کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں خدا ضرور زیادہ دیتا ہے لیکن **قرضۂ حسنہ کی ایک تعریف یہ ہے کہ جہاں تک دینے والے کا تعلق ہے وہ ہرگز زیادہ لینے کی نیت سے نہ دے اور اپنی نیت کو بالکل صاف کر کے دے۔** اس پہلو پر قرآن کریم کی ایک اور آیت روشنی ڈالتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ (المدثر:۷) کہ کسی کو اس نیت سے نہ دیا کرو کہ تمہیں زیادہ ملے اگر چہ اس کا انسانی لین دین سے تعلق ہے اور اللہ تعالیٰ پر تو احسان ہو ہی نہیں سکتا۔ تَمْنُنْ کے معنوں کا اطلاق خدا پر نہیں ہو سکتا لیکن مومن کے اخلاق کو صیقل کرنے کے لئے اس کے اخلاق کو نہایت اعلیٰ درجے کی لطافتوں تک پہنچانے کے لئے خدا تعالیٰ نے جو یہ نصیحت فرمائی ہے اس کے نتیجے میں خدا سے لین دین کے معاملات میں بھی اپنے اندر ویسے ہی اخلاق پیدا کریں جیسے خدا بندوں کے معاملات میں پیدا کرنا چاہتا ہے اور دیتے وقت یہ نیت کیا کریں کہ اے خدا! ہم زیادہ لینے کی نیت سے نہیں دے رہے بلکہ حق یہ ہے کہ سب کچھ تیری عطا ہے۔ اگر تحفے کے طور پر قبول ہو تو اس سے بہتر کوئی چیز نہیں لیکن تُو نے قرض فرمایا ہے تو تجھ سے بہتر محفوظ ہاتھ قرض دینے کیلئے اور کوئی نہیں ہے ہماری نیت تیری رضا کا حصول ہے اور اس نیت کیساتھ اگر انسان چندے دے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے اخلاص، اس کے ایمان اس کے اعلیٰ روحانی مدارج کی یہ باتیں ضامن بن جائیں گی اور اللہ تعالیٰ کے

فضل سے ایسی پاک نیتوں کی ساتھ جو مال دیئے جاتے ہیں ان میں برکت بھی بہت پڑتی ہے ظاہری طور پر اس کی کوئی دلیل نہیں لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اور میری زندگی کا تجربہ ہے کہ پاک نیت سے جو مال دیا جائے ان کے خرچ میں بہت برکت ہوتی ہے جو بہت اعلیٰ نیتوں سے نہ دیئے جائیں یا گندی نیتیں مل جائیں تو ان کے خرچوں میں برکت نہیں رہتی اور بے وجہ ضائع ہو جاتے ہیں اس لئے اپنی نیتوں کی بہت حفاظت کریں اور پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر کتنی برکتیں نازل فرماتا ہے خدا کرے کہ جماعت احمدیہ کا مالی نظام اسی طرح پاک شفاف بہت ہی اعلیٰ اخلاقی لطافتوں کے ساتھ وابستہ رہے اور ہمیشہ اسی طرح صحیح وسلامت تا قیامت جاری رہے۔ آمین۔